Majallah-e-Tahqiq (ISSN 1991-699X)
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 45, Sr. No.135, 2024 pp 133 - 142

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علومِ شرقیہ
جلد ۴۵،شمارہ ۱۳۵، اپریل۔جون ۲۰۲۴ء

# ''کانٹوں پر زبان'' از ڈاکٹر اسد اریب تنقیدی جائزہ

☆ تنزیلہ مشتاق ☆ ☆ ڈاکٹر فرزانہ کوکب

**Abstract:**

In the literary and critical tradition of Multan, where critcs like Farooq Usman and Mukhtar Zafar have gained prominence, Dr. Asad Areeb has earned a special name and position as a critic there. His critical works present an unbiased point of view. He wrote theoratical and particalcriticism. In this article, one of the books Kanton Par Zuban is alsyed. The elements and tone of his writing style is explored here to see how he develops a blanced and unbiased views on various topics.

Keyword: Criticism, Multan, Literature, impartiality, objectivity

ڈاکٹر اسد اریب اردو کے نامور ادیب، دانشور، شاعر، سفرنامہ نگار، محقق، نقاد اور مدون بھی ہیں۔ انہوں نے شعبہ اردو میں کام سرانجام دیئے ہیں۔ ان کے ۱۸ مطبوعہ نگارشات ہیں۔ ''کانٹوں پر زبان'' اور ''میرا فرمایا ہوا'' تنقیدی کتابیں ہیں۔ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتب ہائے آسمانی پر بھی ہیں اور احادیث پر بھی، وہ کلاسیکل ادب پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ جدید ادب پر بھی عمیق نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں میں شامل مضامین کی رنگا رنگی قاری پر خوش گوار اثر چھوڑتی ہے کتابوں کا عنوان سیماب اکبرآبادی کی غزل کا مطلع ہے۔ اخذ کیا، ''میرا فرمایا ہوا'' میر کے مصرع کا ٹکڑا کتاب کا عنوان ہے۔ بچوں کا ادب پر

☆ پی-ایچ-ڈی سکالر، شعبہ اردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان-
☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان-

ڈاکٹر اسدار یب کواعزاز حاصل ہے کہ برصغیر میں بچوں کے ادب پر ڈاکٹریٹ کی سند فضیلت پانے والے وہ پہلے محقق ہیں۔ انہوں نے ابدائی عہد، بچوں کے ادب کی تاریخ، مغرب کے اثرات اور نئے تعلیمی تقاضے کا بھی ذکر کیا۔ ہیری سین کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے بتایا کہ زبان کے علاوہ بھی ابلاغ کی کئی صورتیں ہیں۔ تصویریں، کھیل اور نقلیں، بچوں کے اشاعتی ادارے، کتابیں اخبار اور رسالے اور فرینکلن کے کام کی تعریف کی جو ایک غیر سرکاری بین الاقوامی ادارہ تھا۔ شاعری کے حوالے سے بچوں کا مثالی ادب، زندگی اور ادب کے ناطے، کچھ تجزیے کچھ تجاویز کے عنوان یہ تمام تحقیق کا حامل ہے۔ اس موضوع پر برصغیر میں لکھا جانے والا پہلا عنوان ہے جسے رائٹر گلڈ داؤد ادبی انعام سے بھی نوازا گیا۔ الف سے ی اس کتاب میں پانچ صدیوں پر محیط بچوں کے اردو ادب کا تجزیہ ہے جسے بڑی جانفشانی سے سپرد قلم کیا گیا ہے۔ نئے رجحانات، تجزیہ اور تجاویز پر بھی اسی کتاب میں شامل ہیں۔

ڈاکٹر اسدار یب کی چند تصانیف نقد انیس، رثائی ادب کے موضوع پر ''اردو مرثیے کی سرگزشت'' ہے۔ ''تہذیب غم'' اور ''مرثیے کے نئے صنعت گر'' شامل ہیں۔ مرثیے کے ساتھ سلام، نوحہ اور سوریہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مرثیہ کی تاریخ، انیس و دبیر کے مرثیے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ المیہ کربلا کے عربی کردار ہندی معلوم ہوتے ہیں۔ فرات کے کنارے بڑی جانے والی جنگ گدمتی کے کنارے کسی میدان میں ہوتی نظر آتی ہے۔ ''لغات العزا'' اور ارشاد الاریب میں اردو کے اہم الفاظ کی درست معانی ''الف وی'' تختیاں قائم کی گئی ہیں۔ املاء معاملات رموز و اوقاف، اسماء اعلام، احترام ربوبیت کے لیے صیغہ جمع کا استعمال، متشابہ الفاظ نفی کا درست تلفظ کو وضاحت سے بیان کیا۔

ڈاکٹر اسدار یب نے اپنے سفرنامے کو بیان کیا۔ ''زمانہ سفر میں ہے''، ''خنجراب سے دیوار چین''، یہ سفرنامے میری نظر میں اردو کا ایک شہ کار ہالینڈ، بیلجیئم، جرمنی، کویت، عراق، سعودی عرب، انگلستان کی یادداشتوں، وادی کشمیر، گلگت اور ہنزہ سے گزرتے چین کے خوبصورت علاقوں ''وادی طلسمات'' کی منظر نگاری کی ہے۔

ڈاکٹر اسدار یب نے مسئلہ تقلید، فرق الشیعہ، حرف دعا اور ثانی زہرا چار کتابیں شامل ہیں۔ تنگ فکر اور محدود ذہنیت کے لوگ ایسے موضوعات پر بات کرنے سے کتراتے ہیں۔ اگر کرنے لگ جائیں تو نتیجہ طوفانِ بدتمیزی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔ ڈاکٹر اسدار یب کا وجود نہ صرف ملتان کے لیے بلکہ پاکستان نہیں بلکہ پوری دیا اردو کے لیے باعث اعزاز ہے۔

کانٹوں پر زبان:

''کانٹوں پر زبان'' کا پہلا مضمون ''ابوالبشر'' حضرت آدم کے حوالے سے ہے۔ ۲۲ صفحات پر مشتمل یہ مقالہ اپنے اندر بے پناہ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے۔ یہ مقالہ قرآن، تورات، انجیل اور زبور، نہج

البلاغہ، تفسیر قمی، طبری، مفاتیح الغیب، کشاف، المنار، تفسیر احمدیہ، ترجمان القرآن، عمدۃ البیان، دائرہ المعارف اردو، حیات القلوب، جیسی کتابوں کا سیر حاصل مطالعہ کرنے کے بعد رقم کیا گیا ہے۔

آغاز مضمون میں ''آدم'' کے لغوی معانی پر بحث کی گئی ہے کہ یہ لفظ عجمی الاصل ہے یا عربی، زمخشری جیسے مفسرین اسے عجمی اور علامہ جوہری نے آدم کے لفظ کو عربی بتایا ہے بعض علمائے لغت اسے آدم، ادمہ اور ادافت قرار دیتے ہیں جس کے معنی شرکت، موافقت اور ملا بست کے ہیں اور بعض نے آدم کو ادیم سے مشتق ٹھہرایا ہے۔ ادیم سطح سطح جلد یا کھال کو کہتے ہیں۔ کیا یہ آدم کا ذکر ہو رہا ہے؟ پہلے آدم ہی ہیں۔ اس حوالے سے بھی علمائے کے درمیان کافی بحثیں موجود ہیں بلکہ اس حوالے سے حضرت آدم جعفر صادق علیہ السلام کا جواب بھی دامنِ قرطاس پر موجود ہے۔

حضرت آدمؑ کے شرف کے حوالے سے ڈاکٹر اسد اریب اپنے اس مضمون میں نہج البلاغہ کے حوالے سے رقم طراز کرتے ہیں:

> ''نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اصغ ابن نباۃ کی ایک روایت ہے کہ فرمایہ رسول اکرمؐ نے حضرت آدمؑ زمین پر پہنچے جبریل امین نے دولت، علم اور عقل تین چیزوں کو پیش کر کے کیا۔ ان میں سے کوئی ایک چیز منتخب کر لیجئے۔ حضرت آدم نے دولت اور علم کو رد کر کے عقل کو اختیار کیا۔ جبریل امین نے کہا بے شک یہی وسیلہ درست تھا۔ جہاں عقل ہے وہاں علم اور دولت بھی ہے۔''(۱)

ڈاکٹر اسد اریب نے اپنے اس مضمون ''ابوالبشر'' میں حضرت آدمؑ کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ آدم کو صفی اللہ کا لقب ملا۔ وہ ابوالبشر کہلائے۔ تمام فرشتوں نے ان کے علم کی وجہ سے انہیں سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدے سے انکار کیا تو اسے راندۂ درگاہ ہونا پڑا۔ آدم پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ آدم وحوا کا ایک ساتھ ایک ہزار سال تک رہا۔ اس کے بعد قابیل اور ہابیل کے کرداروں کی مکمل وضاحت کی گئی۔ قابیل کی جابرانہ طبیعت اور قہر پسندی نے ہابیل جیسے نہایت نیک طبیعت اور صلح جو شخص کو قتل کر دیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنے ہابیلؑ کی شہادت پر چالیس دن تک مسلسل روتے رہے۔ قابیل حسد، بدنیتی اور لالچ کا مارا ہوا تھا۔ اس مضمون میں قابیل اور ہابیل کی قربانی کا ذکر بھی ہے۔ ہابیل کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بطور تسکین حضرت آدمؑ تو حضرت شیثؑ جیسا صالح فرزند عطا فرمایا۔ ڈاکٹر اسد اریب نے دل چسپ انداز میں اس مضمون کو لکھا۔ آدم کے حوالے سے تمام باتیں انسانی تمدن کے قیاسات پر مبنی ہیں۔ اس پر بہت سا مواد ''اسرائیلیات'' میں شمار کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب نے تحقیقی انداز ے اس شخصیت نامے کو نہایت وقیع بنا دیا ہے۔ اسد اریب کی کتاب'' کانٹوں پر زبان'' کا دوسرا مضمون ''مغل فرمانروا بہادر شاہ ظفر کی پنجابی شاعری'' کے حوالے سے دلچسپ اور بھرپور دلائل کے ساتھ رقم کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائیہ میں ڈاکٹر

اسد اریب اس مضمون میں لکھتے ہیں:۔

''بہادر شاہ ظفر کی پنجابی شاعری ۱۹۶۱ء ''امروز'' کی قسمت عملی میں شائع ہوا جب پہلے پہل یہ مضمون سامنے آیا اور اہلِ قلم بہت چونکے، تردید تائید، استعجاب، حیرت اور انشاہ کامل جلا ردِعمل ہوا۔ اخبارات کے ادبی کالموں میں اس تحقیق کو بعض لوگوں نے ایجاد بندہ قرار دیا۔ اس مضمون سے تحقیق کے نئے دروازے کھلے، اس اعتبار سے یہ پل میرے ہاتھ آئی۔''(۲)

بادشاہ سلامت نے اپنی خداداد ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے اردگرد بولی جانے والی بولیوں کو صرف سننے اور سمجھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں عمدہ نادر خیالات سے مرصع اشعار بھی کہے۔ جنہیں یونیورسٹی لائبریری میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب ''کانٹوں کی زبان'' کا تیسرا مضمون ''اردو املا کے بعض مسائل'' کے حوالے سے ہے۔ ایسا خوبصورت مضمون وہی لکھ سکتا ہے جو زبان کے فنی وفکری معاملات پر غور وخوض کرتا رہتا ہو۔ جو اردو زبان کی ترقی کے لیے سچے دل سے کوشش کر رہے ہوں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر اسد اریب نے انیس [۱۹] تجاویز پیش کی ہیں جس میں املا کے تمام تر مسائل کو زیر بحث لانے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی گئی۔ اس مضمون کے ابتدا ہی میں اردو لکھنے کے لیے خط نسخ سے زیادہ خط نسعلیقث کو رواج دینے کی تجویز دی گئی ہے جس قدر زبان مشکل ہوگی اس قدر نئے لوگوں کا اس کے سیکھنے کی طرف رجحان کم ہے کم ہوگا زبان کا بولنا، لکھنا، پڑھنا، آسان سے آسان تر ہونا ہی زبان کی وسعت اور زندگی دے سکتا ہے۔

''نستعلیق کی خوبیاں اپنی جگہ مسلم تھیں یہ خط اپنی صورت کے اعتبار، اپنی ترکیب کے اعتبار سے نہایت مناسب، دل کش اور موزوں تھا۔ تحریر کے ابتدائی مراحل میں بچے کو جن اصولوں کی تعلیم اب تک دی جاتی ہے وہ بنیادی طور پر خطِ نستعلیق کے اصول ہیں۔''(۳)

اس کتاب ''کانٹوں کی زبان'' کا چوتھا مضمون ''حضرت علی ابن ابی طالب کے کلام میں نثری نظموں کا ذائقہ'' کے عنوان سے ہے۔ کسی شعر کو حاصل مشاعرہ قرار دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح میری رائے کے مطابق یہ مضمون حاصل کتاب ہے۔ تعلیم یافتہ طبقے میں کتنے ہی گھر ایسے ہوں گے جن کے پاس ''نہج البلاغہ'' موجود ہو؟ اور پھر جن محدود گھروں میں یہ کتاب موجود بھی ہے تو پھر ان میں سے کتنے لوگ جنہوں نے کتاب کو مکمل پڑھا بھی ہو اور پھر ان پڑھنے والوں میں سے کتنے ہوں گے جنہوں نے کتاب کو سمجھا بھی ہو۔ ڈاکٹر اسد اریب کو حافظ نہج البلاغہ کہا جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔ اپنے اس مضمون میں وہ نہج البلاغہ کو جس انداز سے دیکھتے ہیں۔ وہ انتہائی منفرد اندازِ فکر ہے۔ ڈاکٹر اسد اریبکے مطالعہ قرآن، نہج البلاغہ و دیگر

اسلامی کتب کا مطالعہ کا ذوق وشوق نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہے۔ اردو کے ساتھ انہیں عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ وہ ان زبانوں کی تمام تر نزاکتوں کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ ''حضرت علی ابن ابی طالبؓ'' کے کلام میں نثری نظموں کا ذائقہ ہے۔ اپنے عنوان میں ہی ندرتِ خیال سموئے ہوئے ہیں۔ اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر اسد اریب سب سے پہلے ''نثری نظم'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''نثری نظم'' کے مسلمہ اصول اب تک واضح نہیں ہو سکے البتہ جو مباحث اب تک سامنے آئے ہیں۔ ان کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے کہ نثری نظم کے اصل تقاضے یہ ہیں۔'' (۴)

نہج البلاغہ کا ایک خطبہ دیکھئے جس کی نثر شاعرانہ خصوصیات سے لبریز ہے۔ اظہار کی موزونیت بیان کی نزاکت، خیال کی خوبصورتی اور اختصار و جامعیت کے لحاظ سے یہ خطبہ نثری نظم سے قریب تر اور اپنی مثال آپ ہے:

''کانٹوں پر زبان'' کا پانچواں مضمون ''شعور کی منفی رو'' کے عنوان سے ہے تو افلاطونی فلسفے کے ایک مشہور مدرس ''بے تستا ویکو'' کے تذکرے سے اس مضمون کا آغاز ہوتا ہے۔ اسے اٹھارویں صدی عیسوی کا سب سے زیادہ الجھا ہوا انسان کات جاتا ہے وہ اپنے افکار کا موجد ہو کر بھی خود ان کی صراحت نہ کر سکا۔ ''کروچے'' کو اس کا معنوی دوست کہا گیا ہے جس نے انفرادیت اور اظہار کے ان مسائل کو نئے نئے رُخ دیئے اور احساس کی نئی تاویلیں پیش کیں۔ جیمسن نے شعر و سخن کی معیاری زبان کو تخلیق کی مرگِ مفاجات بنایا ہے اور کہتے ہیں کہ نئی تشبیہوں کو نئے معنی میں استعمال کرو۔ دانتے نے کہا تھا کہ شاعر کے لیے زبان وہی حیثیت رکھتی ہے جو سپاہی کے لیے گھوڑے کی ہے۔ اچھا سپاہی اچھا گھوڑا رکھتا ہے۔ بہترین افکار کے لیے بہترین زبان ضروری ہے۔'' دانتے کا کہنا جیمس کو نہ بھایا اور اس نے دانتے کو روایت کا ٹوٹا ہوا پہیہ قرار دیا مشہور تمثیل نگار پران ڈیلو اظہار کو سرمایہ تخلیق جانتا تھا۔

ڈاکٹر اسد اریب نے اپنے مضمون میں فیاض تحسین کی نظم ''صداقت کا جنازہ'' نوشابہ نرگس کی نظم ''متناہی'' زاہد ڈار، راحت نسیم فاروق حسن کی نظموں کی مثالیں دی ہیں۔ یہ مضمون ہمارے عہد میں ہونے والی لایعنی شاعری کے حوالے سے ہے۔ لسانی تشکیلات کی آڑ میں ایسی شاعری لکھنے والوں کا خیال ہے کہ بات جتنی زیادہ خلافِ توقع ہوگی اتنی زیادہ اہم بن جائے گی۔ ڈاکٹر اسد اریب آخر میں اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس قسم کی تمام تر لسانی تشکیلات نے ابہام کا ایسا جال پھیلایا ہے کہ شاعری سے کرواہٹ سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس طرح کی ڈکشن سے ابلاغ بھی مکمل نہیں ہو پاتا اور اظہار میں بھی کوئی بظاہر خوبصورتی دکھائی نہیں دیتی اسے ہم محض اظہار تو کہہ سکتے ہیں۔ شاعری کا نام نہیں دے سکتے۔'' (۵)

''کانٹوں پر زبان'' کے چھٹے مضمون کا عنوان ''روزمرہ کی زبان کے دو اہم قضیے'' ہے جس میں پہلا ''صیغہ جمع کا استعمال، احترامِ ربوبیت کے حوالے ہیں اس مضمون میں ڈاکٹر اسد اریب نے ملا وجہی سے لے کر مولانا مفتی شفیع تک سب ادیبوں، مذہبی اسکالرز کی تحریروں کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ ان اکابر اہلِ علم نے خدائے واحد کو جمع کے صیغے کے ساتھ تحریر نہیں کیا ہے۔ دوسرا قضیہ ''اللہ حافظ''، ''خدا حافظ'' کا سرکاری بدل؟ اردو شعر و ادب میں خدا اور اللہ کو ایک ہی معنی میں برتا جاتا رہا ہے۔ یہ معاملہ مذہبی سے زیادہ سیاسی ہے۔ سعودی عرب اور ایران کے درمیان جو خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نے اس قضیہ کو جنم دیا ہے۔ اہلِ عرب اللہ حافظ اور اہلِ فارس خدا حافظ پکارے ہیں۔

اس کتاب ''کانٹوں کی زبان'' کا ساتواں مضمون ''آتش و ناسخ کا عہد'' ایک مطالعہ کے عنوان سے ہے۔ اس میں لکھنؤ اور دہلی کے مابین ادبی چشمک کی تمام تر صورتحال کو واضح کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:

> ''لکھنؤ کی انفرادیت کا عالم یہ ہوا کہ کوئی بالائی کی جگہ ملائی کہتا تو اسے لکھنؤ کا غیر کہتے اور دلی والا گردانتے لفظوں کے نئے نئے پیکر تراشنے پینے کا ہوتو تار کو کہتے، پان میں کھانے کا ہوتو تمبا کو کہتے، حالانکہ دلی والوں کے محاورے میں پینے کا ہوتو تمبا کو اور کھانے کا ہوتو زردہ کیا جاتا۔''(۶)

آتش و ناسخ کے حوالے سے ڈاکٹر اسد اریب ایک مقام پر اس مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''ناسخ کا مقابلہ آتش سے ضرور تھا مگر سچ یہ ہے کہ ناسخ آتش کے جوڑ کے نہ تھے لکھنؤ کے دور کی غزل کو آتش نے سنبھالا دیا۔ آتش نے غزل کے مضامین کو پاکیزہ خیالی دی۔ احساس کی رو میں ان کے ہاں، جانجا، آدمیت کا شعور ملتا ہے، وہ تحمل والے اور قناعت پسند تھے۔ ناسخ کی طرف سخت گیر نہیں تھے۔''(۷)

اس کتاب ''کانٹوں کی زبان'' کا آٹھواں مضمون غالب کے ایک ممدوح ''مفتی میر عباس'' کے عنوان سے ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:۔ مفتی میر عباس لکھنؤ کی ممتاز علمی شخصیت تھے۔ سترہ برس کی عمر میں بنیاد اعتقاد کے عنوان سے مثنوی لکھی جس کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ تحفۃ العلوم کی طرح اس کا گھروں میں ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ غالب جیسے صاحب بصیرت شاعر نے اپنی کتاب ''برہان قاطع'' ازارہِ دوستی مفتی میر عباس کو دکھانے کا فیصلہ کیا۔ میر انیس اگرچہ مفتی میر عباس سے آٹھ سال بڑے تھے مگر تعلقات نیازمندانہ رکھتے تھے۔ اس مضمون میں مفتی صاحب شاگردوں، ان کی تصنیفات اور تاریخ گوئی اور شاعری کا ذکر بھی نہایت جامع انداز سے کیا۔

''کانٹوں پر زبان'' کا نواں مضمون ''زمزمہ شعر کی نئی آواز غالب'' کے عنوان سے ہے۔ غالب

کے حوالے سے ڈاکٹر اسد اریب کا مضمون نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے غالب، انیس اور اقبال کی عظمت و انفرادیت کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ ان تینوں نے اپنے عہد کے پرانے سانچوں کو کاری ضربیں لگا کر اپنی جدت پسند طبیعت کے مطابق ڈھال لیا۔ ڈاکٹر اسد اریب اپنے مضمون میں عالمانہ اور محققانہ انداز میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غالب کا ذہن بھی ان نئے تقاضوں کا رہا۔ انہوں نے اپنی عقلی برتری اور اپنے حکیمانہ شعور کی بدولت اپنے عہد پر فتح حاصل کی۔ وہ غالب رہے اور ان کا زمانہ مغلوب، انیسویں صدی سے لے کر آج تک جب کہ بیسویں صدی نے شعری ارتقاء کے کئی مدارج طے کر لیے ہیں۔ غالب کو بلا اختلاف اور بے شک وشبہ ایک بڑا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لڑائی میں اس کی فرزانگی کا بھی ہاتھ اور اس کی تجدد پسند طبیعت کا بھی۔''(۸)

آخر میں ڈاکٹر اسد اریب نے شعری مثالوں کے ذریعے غالب کو شاعری کے نگارخانے میں نئی تصویر اور شاعری کے زمزمے کی نئی آواز قرار دیا ہے۔

اس کتاب ''کانٹوں پر زبان'' کا دسواں مضمون ''نئی مہارتوں کا شاعر اقبال'' پر ہے۔ اس مضمون میں فکر اقبال کے حوالے سے نہایت اہم نکات اٹھائے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اقبال کی شاعری کی طرف کم توجہ دی ہے اور اپنا سارا زور اس کے فکر و فلسفے پر لگا دیا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب اس مضمون میں لکھتے ہیں:

''اقبال نے اپنے دور کے اساسی ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ انہوں نے نظم مسلسل کی تحریک کو فراخ دلی کے ساتھ قبول کیا اور اس لیے بھی ان کی جدوجہد اظہار کسی اور پیرائیہ شعر میں سماتے نہیں۔ انہوں نے نظم کو باقاعدہ ایک آرٹ کے طور پر اختیار کیا۔ اس میں بیان کی خوبصورتی کو ایک واضح اہمیت دی فلسفیانہ مقدماتِ خیال کی طرح نظر ڈالی۔ منظر کشی کی اور حسن کے ادراک سے شاعرانہ اظہار کو قوت دی۔''(۹)

ڈاکٹر اسد اریب نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ اردو شاعری اقبال سے قبل فکر و فلسفے کی اس ترکیبی حالت سے بالکل ناآشنا تھی۔ اقبال نے زورِ حیدر فقر بوذر اور صدقِ سلمانی کے ذریعے سیرت کی تعمیر پر زور دیا۔ اقبال کی شاعری اردو کا ایک ایسا امتیاز ہے جو اسی سے شروع ہوا اور اسی پر ختم ہوا۔

''کانٹوں پر زبان'' کا گیارہواں مضمون ناصر کاظمی کی غزل کے عنوان سے ہے۔ ناصر کاظمی بیسویں صدی کا بہت بڑا غزل گو شاعر ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب کا مضمون ناصر کاظمی کی شاعری کے کئی گوشوں کو واضح کرتا ہے جیسے انہوں نے مضمون میں بتایا کہ ناصر کاظمی نے شہر کے لفظ کو اپنی ذاتی زندگی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ناصر کاظمی نے بیس بائیس سال میں انفرادیت پیدا کر لی۔ اس کا لہجہ دھیما اور اس کے الفاظ

ٹھنڈے ہیں۔ ناصر کاظمی کو اعزاز دیا جاتا ہے۔ ہزاروں لفظوں کو اظہار کے سان پر چڑھا کر پھر کہیں لہجے کی دھار بنتی ہے۔

بارہواں مضمون ''ماہ طلعت کی بہترین نظمیں'' کے عنوان سے ''کانٹوں پر زبان'' میں شامل ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب کے سامنے اس کتاب میں شامل مضمون کا انتخاب کرتے ہوئے قدیم وجدید شعرا نہیں تھے۔ بلکہ ایک معیار پیش نظر تھا جو ان کے کڑے معیار پر پورا اترا اسے کتاب کا حصہ بنالیا گیا۔ ماہ طلعت زاہدہ بلاشبہ اردو غزل کی بڑی شاعرہ ہیں۔ ان کے ہاں اظہار کا خوبصورت سلیقہ موجود ہے۔ ماہ طلعت کے حوالے سے یہ ایک مضمون اس وقت کا تھا جب ان کا پہلا مجموعہ کلام ''روپ ہزار'' شائع ہوا ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:

> ''ماہ طلعت کی ان نظموں میں زبان کو ہنر مندی سے برتا گیا ہے۔ ان نظموں کی زبان نے اظہار کے ہنر میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے جذبے کے اظہار کا کوئی مقام، تجربے کی کوئی کیفیت، خیال کی کوئی جہت ایسی نہیں جو اس کی زبان کی گرفت سے باہر ہو ان کے لفظ متحرک اور حساس ہیں وہ ایسا بدن ہے جس میں روح رواں دواں ہے۔ ان نظموں کی تجسیم کے لیے جو استعارے تشبیہیں اور ترکیبیں تراشی گئی ہیں۔ وہ بے حد شفاف اور نکھری ہوئی ہیں نئے دور کا بے ہنر شاعر جو بولی اور تشبیہیں استعمال کر رہا ہے۔ اس سے اچھے اچھوں کا جی جاتا ہے ماہ طلعت کی زبان میں ایک پُروقار اہمیت اور علم کی خبر گیری کا پتا چلتا ہے۔''(۱۰)

''کانٹوں پر زبان'' کا تیرہواں مضمون ''مرثیے کی نئی روایت کا شاعر آغا سکندر مہدی'' کے عنوان سے ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب کا یہ مضمون مرثیہ گوئی کی روایت سے بے پناہ دلچسپی کا پتہ دیتا ہے۔ انہوں نے اس مضمون میں بھرپور انداز سے آغا سکندری مہدی کے فن مرثیہ نگاری کا جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:۔

> ''روایت سے باہر نکلنے کی جدوجہد فن کو امتیاز عطا کرتی ہے مگر اس جدوجہد کے مصداق صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو زمانے کے کلیتہ محتاج نہیں ہوجاتے۔ آغا سکندری مہدی تجدد پسند شاعر ہونے کے ساتھ مزاجی کیفیات کے اعتبار سے خطیبانہ فکر کے حال بھی تھے۔ خطابت ان کے علمی وظائف کا ایک مرغوب مشغلہ بھی تھی۔ اپنے شعری عمل میں بھی انہوں نے اس میلان کو برقرار رکھا۔''(۱۱)

''کانٹوں پر زبان'' کا چودہواں مضمون ''عاصی کرنالی ایک شعری تجزیہ'' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر اسد اریب نے عاصی کرنالی کی تمام شعری اصناف غزل و نظم، نعت و مدحت و منقبت و

مرثیہ کا جائزہ نہایت عمدگی سے لیا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:

''وہ فکر کی ندرت، اظہار کی پختگی اور اسلوب کی انفرادیت کا شاعر ہے۔ ذی روح، متحرک اور مجسم احساسات والی عمدہ شاعری کے یہ العباد ثلاثہ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکے جب تک شاعر کو زبن پر مکمل عبور اور اسالیب زبان کا بھر پور شعور نہ ہو۔ عاصی کرنالی کے ہاں یہ گرفت اس قدر مضبوط ہے کہ اس کے بیسوں شعروں میں شعر تو کہا، کوئی ایک مصرع بھی بمشکل ہی ایسا مل سکے گا جسے ہم تنقید کی زبان میں ''کمزور'' کہہ سکیں۔'' (۱۲)

''کانٹوں پر زبان'' کا پندرھواں اور آخری مضمون ''ایک عیمث فطرت نگار شاہ بےنظیر'' کے حوالے سے ہے۔ بےنظیر شاہ ۱۸۶۳ء الہٰ آباد میں پیدا ہوئے صاحب سادہ مذہبی شخصیت تھے۔ تصوف سے خاص نسبت تھی۔

''مناظرِ قدرت اور کیفیات انسانی کی عام چلتی پھرتی تصویریں جس خوبصورتی نفاست اور احتیاط کے ساتھ بےنظیر نے بتائی ہیں۔ ان کی مثال اردو نظم میں شکل سے ہی ملے گی۔'' (۱۳)

اس مضمون کے آخر میں ہی اپنی رائے دیتے ہوئے مضمون نگار لکھتے ہیں:

''ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ بےنظیر کی یہ شاعری نیچر کے عین مطابق ہے۔ مبالغے اور بے جا تکلف سے عاری ہے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہے اور ان خیالات کے قریب تر بھی ہے جو شاعری اور صداقت کو باہر شیر و شکر کرتے ہیں۔ ایسی شاعری کی تائید و تحسین ہمارا فرض ہونا چاہیے۔'' (۱۴)

اس کتاب ''کانٹوں پر زبان'' کے تمام تر مضامین ''ابوالبشر حضرت آدم'' سے لے کر ''فطرت نگار شاعر بےنظیر'' کی نیچرل شاعری تک اردو کے تنقیدی ادب میں دقیع اضافہ ہے۔ مصنف نے ہر ایک مضمون کو نہایت عرق ریزی سے سپردِ قرطاس کیا ہے۔ انتخاب مضامین ہی سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف کا مطالعہ بہت وسیع تر ہے ایسی کتابوں کا مطالعہ ادبی شعور و آگہی کے لیے بےحد ضروری ہے۔

❁...❁...❁

# حوالہ جات


۱۔ اسدا ریب، ڈاکٹر، کانٹوں پر زبان، ص ۲۵

۲۔ ایضاً، ص ۷

۳۔ ایضاً، ص ۵۹

۴۔ ایضاً، ص ۷۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۶

۶۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۷۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۸۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۹۔ ایضاً، ص ۲۱۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۲۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۱۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۲۸


❁…❁…❁